سزائے قید کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر محمد اعجاز

قید کے لغوی معنی بند، حبس اسیری اور روکنے کے ہیں(۱)

بند قید کے مترادف ہے جس کے لغوی معنی قید، حبس، حوالات اور مقفل کے کئے گئے ہیں۔(۲)

عربی میں قید کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں جیسا کہ ابن منظور نے لکھا ہے(۳)

"قالت امرأة لعائشه رضی الله عنها اقید جملیی؟ ..... قال ابن الاثیر : ارادت انها تعمل لزوجها شیئا یمنعه عن غیر من النساء"

ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے کہا کیا میں اپنے "اونٹ" کو قید کروں ابن اثیر کہتے ہیں کہ وہ عورت اپنے شوہر کے لئے ایسا عمل کرنے کا ارادہ رکھتی تھی کہ اسے دوسری عورتوں سے روک سکے۔

آگے لکھتے ہیں :

"وفی الحدیث :قید الایمان الفتک معناه ان الایمان یمنع عن انعتک بالمومن"(۴)

حدیث میں ہے کہ ایمان قتل کو قید کر دیتا ہے اس سے مراد ہے کہ ایمان مومن کو قتل سے منع کرتا ہے۔

عربی زبان میں قید کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

۱۔حبس ۲۔سجن ۳۔اعتقال

ا۔ حبس کے لغوی معنی

حبس کے لغوی معنی منع کرنے اور پکڑنے کے ہیں (۵) جیسے کہا جاتا ہے:

حبسہ' یحبسہ' حبسا' فهو محبوس' حبیس و احتبسه و حبسه: امسکه عن وجهه (اس نے اس کو اس کے سامنے سے پکڑ لیا یا روک لیا)

۔ والحبس ضد التخلية، حبس تخلیہ یعنی کسی کو جانے دینا کی ضد ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ تحبس علی کذا تو اس سے مراد ہوتا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اس کام سے منع کیا یا روکے رکھا۔

۲۔ سجن کی لغوی تعریف

سجن کے لغوی معنی حبس (قید) کے ہیں۔ سین پر فتح کے ساتھ یہ مصدر بن جاتا ہے۔

سجنه یسجنه سجنا ای حبسه (اس نے اسے قید کیا)

السجن (سین کے کسر کے ساتھ) اس سے مراد محبس (قید کرنے کی جگہ) ہے (۶)

۳۔ اعتقال کی لغوی تعریف

اعتقال لغوی طور پر حبس (قید) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے

جیسے کہا جاتا ہے: اعتقل: حبس (قید کیا گیا) علقه عن حاجته (اس نے اس کو اس کی ضرورت سے روکا) اعتقله حبسه (اس نے اسے قید کیا) اس کے معنی باندھنے کے بھی ہیں جیسے کہا جاتا ہے عقل البعیر یعقله عقلا و عقله و اعتقله: ثنی وظیفه مع ذراعیه و شد هما جمیعا فی وسط الزراع (اس نے اس کی ٹانگوں کو اس کے بازوؤں کے ساتھ ملا کر بازوؤں کے درمیان ان سب کو باندھ دیا) اعتقال کے معنی منع کرنے کے بھی ہیں۔ اعتقل لسانه: حبس عن الکلام (اسے بات کرنے سے منع کر دیا گیا) (۷)۔

قید کو انگریزی میں Imprisonment کہا جاتا ہے جس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

Confinement, restraint, constraint of a person either by force or by such other coercion as restrains him within

limits against his will . (8)

محصور کرنا، روکنا یا کسی شخص کو بزور یا کسی اور طریقہ سے ۔پابند کرنا جس کے نتیجے میں وہ اپنی مرضی کے خلاف کچھ حدود میں مقید ہو جائے۔

مندرجہ بالا تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ قید کا لغوی مفہوم وسعت رکھتا ہے لغوی اعتبار سے قید سے مراد کسی شخص کو صرف جسمانی طور پر پابند کر دینا ہی نہیں ہے بلکہ اس کو کسی چیز میں تصرف کرنے سے منع کر دینا بھی ہو سکتا ہے۔

قید کی اصطلاحی تعریف

قانون میں قید (Imprisonment) کی تعریف یوں کی گئی ہے:۔

Detention of a person's movement and liberty under the custody of another. Restraint on liberty of movement and free choice. either in a jail or at any other place like a room, etc, amounts to imprisonment. (9)

کسی شخص کی حرکت کی آزادی کو دوسرے کی تحویل میں پابند کر دینا، حرکت اور اختیار کی آزادی پر جیل یا کمرہ وغیرہ میں روک لگا دینا قید کہلاتا ہے۔

حبس کی اصطلاحی تعریف

حبس کا اصطلاحی مفہوم کسی شخص کو روکنا، اسے اپنے اوپر تصرف کرنے اور دینی اور اجتماعی کاموں میں شرکت کرنے کے لئے باہر نکلنے سے منع کرنا ہے۔

کاسانی لکھتے ہیں:

"المحبوس ممنوع عن الخروج الی اشغاله و مهماته و الی الجمع و الجماعات والاعیاد و تشییع الجنائز و عیادة المرضی والزیارة والضیافة "(۱۰)

محبوس کو اپنے کام کاج، ضروری معاملات کو سرانجام دینے، جمعہ کی نماز، باجماعت نماز، عیدین، جنازے میں شرکت، مریضوں کی بیمار پرسی، ملاقات کرنے اور کھانے کی دعوت پر جانے کی غرض سے

باہر جانے سے روکا جائے گا۔

یہ ضروری نہیں کہ قید کی غرض سے کسی شخص کو ایک خاص مقام (جیل وغیرہ) پر رکھا جائے حاشیہ ردالمختار میں درج ہے:

"وصح حبسه ولو فی بیته بان بمنعه من الخروج منه "(۱۱)

اگر کسی کو اس کے گھر میں ہی قید کیا جائے کہ اسے اس سے باہر نکلنے سے روک دیا جائے تو یہ درست ہے۔ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

" ولا یجب حبسه بمکان معین فیجوز حبسه فی دار نفسه بحیث لا یمکن من الخروج"(۱۲)

یہ ضروری نہیں کہ اسے ایک متعین مقام پر قید کیا جائے بلکہ اسے اس کے اپنے مکان میں بھی اس طرح قید کیا جا سکتا ہے کہ اس کا باہر نکلنا ممکن نہ رہے۔

سجن کی اصطلاحی تعریف

سجن (قید خانہ جیل) سے مراد ایک متعین مقام اور جگہ ہے جہاں قیدیوں کو پابند کیا جاتا ہے۔جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ میں چار ہزار درھم سے ایک مکان خریدا اور اسے جیل بنا دیا۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی جیل بنائی تھی۔(۱۳)

سورۃ یوسف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ودخل معه السجن فتین﴾ (۱۴)

یہاں سجن سے مراد وہ متعین مقام ہے جس میں قیدیوں کو رکھا جاتا تھا جس میں جا کر کوئی شخص تصرف اور نقل وحرکت کی آزادی کھو دیتا ہے۔

انگریزی میں سجن یا قید خانہ کو Prison کہا جاتا ہے جس کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے:

Ii is a place of detention, where the inmates are deprived of personal liberty and volition. (15)

جیل پابندی کی ایسی جگہ ہے جہاں قیدی اپنی شخصی آزادی اور مرضی کھودیتے ہیں۔

یوں قید کا اصطلاحی مفہوم اس طرح ہوا کہ کسی شخص کی نقل وحرکت اور تصرف کی آزادی کو اس طرح سلب کر لینا کہ وہ باہر نہ نکل سکے اور ایک جگہ پابند کر دیا جائے مگر ضروری نہیں کہ اسے جیل میں ڈالا جائے کسی دوسری جگہ بھی مقید کیا جا سکتا ہے۔

سزائے قید قرآن کی روشنی میں

سزائے قید قرآن کی رو سے مشروع اور جائز ہے۔اس قول کی تائید میں بہت سی آیاتِ قرآنیہ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔فقہاء نے قید کے جواز پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

﴿والّٰتی یأتین الفاحشة من نسائكم فاستشهدوا علیهن اربعة منكم فإن شهدوا فامسكوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت أو یجعل الله لهن سبیلا﴾(١٦)

''تمہاری عورتوں میں سے جو بے حیائی کی مرتکب ہوں ان پر چار گواہ قائم کرو جب وہ گواہی دے دیں تو ان کے گھروں میں اس وقت تک روک کے رکھو جب تک ان کو موت آ جائے یا اللہ ان کے لیے کوئی راہ نکال دے''

ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے:

''أنه كان حدالزانیین بدء و أنه نسخ بالجلد والرجم''(١٧)

''یہ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ زانی کی ابتدائی سزا تھی جو کوڑوں اور رجم سے منسوخ ہوگئی''

ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا حکم ﴿فامسكوهن فی البیوت﴾ منسوخ ہوا اس حدیث سے جو عبادة بن الصامت نے روایت کی:''خذوا عنی قد جعل الله لهن سبیلا البكر بالبكر جلد مائة و تغریب عام والثیب بالثیب الجلد والرجم''(١٨) پھر یہ حد غیر شادی شدہ کے بارے میں اس آیت سے منسوخ ہوگئی:﴿الزانیة والزانی فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة﴾(١٩) اور محصن کے بارے میں ماعز اور غامدیہ کو کوڑوں کے بغیر رجم

کرنے سے منسوخ ہوگئی۔ امام جصاص آگے فرماتے ہیں کہ وہ قید اور اذیت سے حدیث عبادۃ کے حکم کی طرف منتقل کیے گئے۔ پھر یہ آیت یعنی سورۃ النور کی آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد ماعز اور غامدیہ کا واقعہ پیش آیا۔(۲۰)

ابن العربی اس آیت کے منسوخ نہ ہونے کے قائل ہیں بلکہ وہ اس کے عدم نسخ پر اجماع امت کا دعویٰ کرتے ہیں:

''اجمعت الأمة على أن هذه الآية يست منسوخة لأن نسخ أنما يكون فى القولين المتعارضين من كل وجه الذين لا يمكن الجمع بينهما بحال''۔(۲۱)

جبکہ اس آیت کے حکم اور حدیث کے حکم میں مطابقت پیدا کی جاسکتی ہے کہ حکم ابتداء اور عبوری تھا اس لیے نسخ کی ضرورت نہیں۔ دراصل یہ نسخ کی تعریف میں اختلاف کا پتہ دیتا ہے جس کے نتیجے میں منسوخ آیات کی تعداد سینکڑوں سے لے کر پانچ تک بیان کی جاتی ہے۔ بعض علماء نسخ کے مفہوم میں احکام کی ہر قسم کی تبدیلی کو شامل کردیتے ہیں مثلاً حنفیہ کے نزدیک تخصیص کی بعض صورتیں اور الزیادۃ علی النص نسخ ہی شمار ہوتی ہے جبکہ یہ حقیقی طور پر نسخ نہیں۔ اصولیین نے نسخ کی مختلف صورتیں بیان کرتے ہوئے ایک صورت بیان کی ہے کہ حکم کی آیت اس آیت کی قراءات منسوخ نہ ہوئی جبکہ حکم جزوی طور پر منسوخ ہوا ہو۔ سورۃ النساء کی اس آیت کو اس اصول کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے کہ اس آیت کی قراءات بھی باقی ہے۔ زانی کے حق میں تو حکم مرفوع ہے مگر اس سے مطلق سزائے قید پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

اسی لیے ابن العربی قید اور قید خانہ کی مشروعیت اس آیت سے ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

''هذا الامساک و الحبس فى البيوت كان فى صدر الاسلام قبل ان يكثر الجناة ، فلما كثروا خشى قوتهم اتخذلهم سجن''(۲۲)

''یہ گھروں میں پابند کرنا قید کرنا اسلام کے آغاز میں جرائم کے بڑھنے سے پہلے تھا جب جرائم

بڑھنے لگے ان کی طاقت اور قوت کے خوف سے جیل بنائی گئی''

امام جلال الدین سیوطی نے سعید بن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ فامسکوھن فی البیوت سے مراد احبسوھن فی السجون (ان کو جیل میں قید کر کے رکھو) آگے بیان کرتے ہیں کہ ''وکان ھذا فی اول الاسلام کانت المرأۃ اذا شھد علیھا اربعۃ من المسلمین عدول بالزنا حبست فی السجن''(۲۲)

یہ اسلام کے آغاز کی بات ہے کہ جب چار عادل مسلمان کسی عورت کے زنا میں ملوث ہونے پر گواہی دے دیتے تو اسے جیل میں قید کر دیا جاتا۔

اس کے علاوہ سورۃ المائدہ کی آیت: ﴿ انما جزاء الذین یحاربون اللہ و رسولہ ان یقتلوا او یصلبوا و تقطع ایدیھم ارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ﴾(۲۳) سے بھی سزائے قید کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔

امام کاسانی نے ''او ینفوا من الارض '' کے ذیل میں ابراہیم النخعی کا قول نقل کیا جا ہے:

''انہ یحبس حتی یحدث توبۃ و فیہ نفی عن وجہ الارض مع قیام الحیاۃ الا عن الموضع الذی حبس فیہ و مثل ھذا فی عرف الناس یسمی نفیا عن وجہ الارض و خروجا عن الدنیا''(۲۴)

(نفی سے مراد یہ ہے کہ) اسے قید میں ڈال دیا جائے تاآنکہ وہ توبہ کر لے۔ ایسا کرنے سے روئے زمین سے جلا وطنی بھی ہو جاتی ہے۔ سوائے اس جگہ کے جہاں وہ قید ہے اور اس کی زندگی بھی برقرار رہتی ہے اس قسم کے اقدام کو عرف عام میں روئے زمین سے جلا وطنی اور دنیا سے خروج کا نام دیا جاتا ہے۔

ابن عابدین نفی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حبس و ھو المراد بالنفی فی الآیۃ لان النفی من جمیع الارض محال والی بلد اخری فیہ ایذاء اھلھا فلم یبق الا الحبس والمحبوس منفیا من الارض

لا نه لا ينتفع بطيبات الدنيا و لذاتها و لا تجتمع باقاربه و احبابه"۔(۲۵)

آیت میں نفی سے مراد قید ہے کیونکہ پوری زمین سے نکالے جانا ناممکن ہے اور دوسرے شہر بدر کرنے میں وہاں رہنے والوں کے لیے تکلیف ہے تو اس صورت میں قید کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ قیدی زمین سے جلاوطن ہی ہوتا ہے کیونکہ وہ دنیا کی لذتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور اپنے عزیزوں دوستوں کے ساتھ نہیں رہتا۔

ابن رشد فرماتے ہیں:

"ان النفی هو السجن و قیل ان النفی من بلد الی بلد فیسجن فیه الی ان تظهر توبته و هو قول ابن القاسم عن مالک و یکون بین البلدین اقل ما تقصر فیه الصلاة"(۲۶)

نفی قید ہی ہے اور کہا گیا ہے کہ نفی یہ ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف نکال کر اس شہر میں قید کیا جائے جب تک وہ توبہ نہ کرے۔

یہ قول ابن قاسم نے مالک سے روایت کیا ہے اور دونوں شہروں میں کم از کم اتنا فاصلہ ہو کہ نماز قصر کی جا سکے۔ امام قرطبیؒ "او ینفوا من الارض" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"و قال مالک و الکوفیون : نفیهم سجنهم فینفی من سعة الدینا الی ضیقها فصار کانه اذا سجن فقد نفی من الارض موضع استقراره" (۲۷)

امام مالک اور کوفیوں کا کہنا ہے کہ ان کی نفی ان کا قید کیا جانا ہے۔ اس طرح وہ دنیا کی وسعت سے جیل کی تنگی کی طرف دھکیل دیئے جاتے ہیں۔ قید کی صورت میں وہ ایسے ہیں جیسے انہیں زمین سے نکال دیا گیا ہو سوائے اس جگہ کے جہاں وہ رہتے ہیں۔

جب محارب مسلمانوں کو ڈرائیں دھمکائیں لیکن قتل و غارت یا لوٹ مار نہ کریں تو امام شافعی کہتے ہیں کہ امام ان کو پکڑ کر تعزیر کرے گا اور ان کو قید کر دے گا۔ کیونکہ زمین سے ان کی نفی سے مراد صرف قید ہے۔ (۲۸) مکحول روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے سب سے پہلے جیل میں قید کیا اور

فرمایا ''احبسه حتی اعلم من التوبة ولا انفیه من بلد الی بلد فیوذیهم''(۲۹)

میں اس کو توبہ جاننے تک قید رکھوں گا اور دوسرے شہر بدر نہیں کروں گا۔ کیونکہ وہ دوسروں کو تکلیف دے گا۔ ابن العربیؒ ''او ینفوا من الارض'' کے ذیل میں فرماتے ہیں:

''فیه اربعة اقوال الاول یسجن قاله ابو حنیفة و اهل الکوفة و هو مشهور مذهب مالک ..... والحق یسجن فیکون السجن له نفیا من الارض''(۳۰)

اس میں چار اقوال ہیں پہلا یہ ہے کہ قید کیا جائے اسے امام ابوحنیفہؒ اور کوفہ والوں نے کہا اور یہ مالک کا مشہور مذہب ہے۔ اور حق یہی ہے کہ قید کیا جائے کیونکہ قید اس کے لیے زمین سے نکالے جانا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک مذکورہ آیات قرآن سزائے قید کے جواز پر دلالت کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن کی آیت ﴿تحبسونهما من بعد الصلاة فیقسمان بالله﴾ (۳۱) سے بھی قید کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔ ابن العربی فرماتے ہیں:

''و فی ذلک دلیل علی حبس من وجب علیه حق''(۳۲)

اس آیت میں ایسے شخص کو جس پر کسی کا حق ہو قید کرنے کی دلیل موجود ہے۔

قید کے حوالے سے قرآن کی آیت ﴿و خذوهم و احصروهم﴾ (۳۳) کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ حصر کے بارے ہم جان چکے ہیں کہ اس سے مراد قید کرنا بھی ہے۔ طبری فرماتے ہیں:

''و خذوهم یقول و اسروهم و احصروهم یقول منعوهم من التصرف فی بلاد الاسلام و دخول مکة''(۳۴)

و خذوهم سے مراد ہے کہ ان کو قیدی بنالیا جائے۔ و احصروهم سے مراد ہے کہ ان کو اسلامی شہروں میں تصرف اور مکہ میں داخلے سے روکا جائے۔

زمخشری اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''(و خذوهم) و اسروهم والاخیذ الاسیر (و احصروهم) و قیدوهم و امنعوهم من التصرف فی البلاد''(۳۵)

و خذوھم سے مراد ہے اس کو قیدی بنالو اور پکڑا جانے والا قیدی ہوتا ہے و احصروھم سے مراد ہے کہ ان کو قید کردو اور شہروں میں تصرف کرنے سے روک دو۔ اور یہ حکم منسوخ بھی نہیں کہ زمخشری فرماتے ہیں: ''و ھذا الحکم ثابت فی کل وقت و عن الحسنؒ ھی محکمۃ الی یوم القیامۃ'' (۳۶)

اور یہ حکم ہر وقت ثابت ہوت ہے حسن سے روایت ہے کہ یہ قیامت تک کے لیے ثابت شدہ حکم ہے۔

قرآن کی آیت ﴿ حتی اذا ثخنتموھم فشدوا الوثائق ﴾ (۳۷) سے بھی قید کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے کہ اس میں قیدی کو باندھنے کا حکم ہے اور قید یا جیل کا مقصد یہی تو ہے اور یہ آیت منسوخ بھی نہیں ہے۔ (۳۸)

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ اور ان کی تشریح سے واضح ہوگیا کہ سزا کے طور پر یا ادائیگی حق پر مجبور کرنے کے لیے اور معاشرے کے دوسرے افراد کو مجرموں کے شر سے محفوظ کرنے کے لیے قید کرنا مشروع ہے۔

سزائے قید حدیث نبوی کی رو سے

یہ ثابت شدہ امر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں قید خانہ موجود نہ تھا مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو قید نہیں یا آپ نے قید کو جواز نہیں دیا بلکہ آپ نے ایک ملزم کو جس پر قتل کا الزام تھا۔ مقدمہ کے فیصلے تک قید کر دیا جیسا کہ بھزم بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں:

''ان البنی ﷺ حبس رجلا فی تھمۃ'' (۳۹)

اس حدیث سے تو صرف الزامی یا حوالاتی قید کا جواز ملتا ہے۔ اس کے بعد اس حدیث کو پیش کیا جاتا ہے جس سے ثابت ہوگا کہ کسی کو دوسرے کے حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے قید بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے قرض ادا نہ کرنے والے کو قید کرنا جائز قرار دیا۔ عمرو بن الشرید

اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لی الواجد یحل عرضه و عقوبته'' (۴۰)

مال دار قرض دار کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت اور سزا کو جائز بنا دیتا ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے کہا کہ اس کی عرض حلال ہونے سے مراد اس کی توہین و تذلیل کرنا اور اس کی سزا اس کو قید کرنا ہے۔

یہی بات ایک دوسری حدیث سے بھی ثابت ہوتی جسے ہرماس بن حبیب اپنے باپ اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں:

''اتیت النبی ﷺ بغریم فقال لی الزمه ثم قال یا اخابنی تمیم ما ترید أن تفعل باسیرک'' (۴۱)

قرض دار کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے جب اسے قید کرنے کو کہا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے قیدی کا کیا کرے گا۔

قرض خواہ کا قرض دار کے مقید کرنے کو طلب کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اس طرح کہ مقدمات میں قید کیا جاتا تھا اور قید کرنے کا مقصد قرض دلوانا ہوتا مگر متذکرہ واقعہ میں تنگدستی کی وجہ سے قرض دار ادائیگی پر قادر نہیں تھا اس لیے آپ نے اسے کہا کہ اپنے قیدی کا کیا کرے گا۔

احادیث نبویہ سے یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ سزا کے طور پر بھی قید کیا جا سکتا ہے۔ جو شخص اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کر دے اسے قید کر دیا جائے گا۔ اس کی دلیل نبی ﷺ کی حدیث ہے جسے عمرو بن شعیب اپنے والد اور ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں:

''قتل رجل عبده عمدا متعمدا فجلده رسول الله ﷺ مائة و نفاه سنة'' (۴۲)

''ایک شخص نے جان بوجھ کر اپنے غلام کو قتل کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے سو کوڑے لگائے اور ایک سال کے لیے جلاوطنی کی سزا دی''

قید جلاوطنی کی ایک صورت ہے لہٰذا اس حدیث کی رو سے جان بوجھ کر اپنے غلام کو قتل کرنے والے کو ایک سال کے لیے قید کرنا مشروع ہے۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اپنے غلاموں کو

کوڑے لگاتے اور ایک سال کے لیے قید کرتے تھے۔ (۴۳)

احادیث نبویہ میں سزا کے طور پر قید کرنے کا ایک اور مسئلہ قتل سے متعلق ہے کہ اگر کوئی قاتل کی قتل میں مدد کرے تو مدد کرنے والے کو قید کر دیا جائے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کو قید کرنے کا حکم دیا جو کسی کو پکڑے اور دوسرا شخص پکڑے ہوئے شخص کو قتل کر دے۔

اسماعیل بن امیہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

''اقتلوا القاتل واصبروا الصابر''

''(قاتل کو قتل کرو اور پکڑنے والے کو پکڑو''

ابوعبید نے کہا:

''قوله اصبروا الصابر يعنى احبسوا الذى حبسه'' (۴۴)

''کہ پکڑنے والے کو قید کرو''

اسی طرح ابن عمرؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اذا امسک الرجل الرجل وقتله الاخر، يقتل الذى قتله و يحبس الذى امسک'' (۴۵)

''جب کوئی شخص کسی شخص کو پکڑے اور دوسرا اسے قتل کر دے تو قتل کرنے والے کو قتل اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے''

مندرجہ بالا احادیث سزائے قید کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں کہ جس طرح ملزم کو مقدمہ کے فیصلے تک قید میں رکھنا جائز ہے اور جس طرح کسی کو دوسرے کے حق کی ادائیگی مجبور کرنے کے لیے قید کیا جا سکتا ہے اسی طرح سزا کے طور پر قید کیا جا سکتا ہے۔

سزائے قید عمل صحابہؓ کی رو سے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل اور فیصلے اس پر دلیل ہیں کہ سزا کے طور پر قید کرنا مشروع ہے جیسا کہ پہلے تذکرہ گذر چکا ہے کہ کسی شخص کے دو دفعہ سزا بھگتنے کے بعد تیسری مرتبہ چوری

کرنے پر ابوبکر، عمر بن خطاب اور علی اسے قید دیتے تھے۔(۴۶)

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اپنے اپنے عہد میں اپنے غلام کو جان بوجھ کر قتل کرنے والے شخص کو قید کر دیتے تھے۔ اس حوالے سے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے:

''کان ابوبکر و عمر لا یقتلان الرجل بعبده، کانا یضربانه منة و یسجنا نه سنة و یحرما نه سهمه مع المسلمین اذا قتله عمدا''(۴۷) ''کہ اسے کوڑے لگاتے، ایک سال کی قید دیتے اور کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ بیت المال میں ان کا حصہ جو بنتا تھا بند کر دیتے''

حضرت عمرؓ نے بیت المال کی نقلی مہر بنانے اور اس کے ذریعے غبن کرنے پر معن بن زائدہ کو سزائے قید دی۔(۴۸)

خلفائے راشدین جھوٹی گواہی دینے پر گواہ کو قید کر دیتے تھے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عامر سے روایت ہے:

''اذا اتی عمر بشاهد زور فوقفه للناس یوما الی اللیل هذا فلان یشهد بزور فاعر فوه ثم حبسه''(۴۹)

''جب عمر کے پاس جھوٹے گواہ کو لایا جاتا اس کو سارا دن رات تک لوگوں کے درمیان کھڑا کر دیتے اور کہتے یہ فلاں ہے جو جھوٹی گواہی دیتا ہے تاکہ لوگ اسے پہچان لیں پھر اسے قید کر دیتے''

قتل کے مقدمات میں بھی صحابہؓ کے ہاں سزائے قید کی مثالیں ملتی ہیں کہ اگر کوئی غلام اپنے آقا کے حکم سے قتل کر دیتا تو حضرت علیؓ غلام کو قید کر دیتے خلاس سے روایت ہے کہ علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا:

''اذا امر الرجل عبده ان یقتل رجلا فقتله فهو کسیفه و سوطه، اما السید فیقتل و اما العبد فیستودع فی السجن''(۵۰)

''جب کوئی شخص اپنے غلام کو کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دے اور وہ اسے قتل کر دے تو وہ اس کی تلوار یا ڈنڈے کی طرح ہے آقا کو قتل کر دیا جائے گا اور غلام کو جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک شخص کسی کو پکڑ لے اور دوسرے اسے قتل کر دے تو علیؓ پکڑنے والے کو موت آنے تک قید کی سزا دیتے''

حضرت عمرؓ کی رائے میں قاتل کو تعزیر کے طور پر قید کی سزا دینا مشروع ہے۔ اگر قاتل کو مقتول کے ورثا معاف کر دیں تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ حاکم کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو اسے کوڑے لگائے اور ایک سال کے لیے قید کرے۔(۵۱)

ایک شخص کسی کو پکڑ لے اور دوسرا اس کو قتل کر دے تو علیؓ پکڑنے والے کو موت تک قید کی سزا دیتے تھے۔(۵۲)

کسی کی اہانت سزائے قید کی موجب ہو سکتی ہے اس کی دلیل حضرت عثمانؓ کا فیصلہ ہے کہ انہوں نے ایک شخص ضابی کو ایک عورت کو کتے کے ساتھ متہم کرنے پر قید کر دیا۔(۵۳)

دوسرے کے حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے بھی صحابہ کی رائے میں قید مشروع ہے۔ مثلاً ایلاء کی صورت میں چار ماہ گذر جانے پر علیؓ آدمی کو قید کر دیتے کہ وہ طلاق دے یا رجوع کرے۔(۵۴)

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے نزدیک بھی سزائے قید مشروع ہے۔ ابن مسعودؓ نے ایلاء کرنے والے کے متعلق فرمایا: ''رجوع صرف ہم بستری کے ذریعے ہو سکتی ہے لیکن کوئی معذوری مثلاً بڑھاپا یا قید وغیرہ لاحق ہونے پر رجوع زبانی ہوگا۔(۵۵)

ابن مسعودؓ جب قید کو عذر مانتے ہیں تو لازمی ہے کہ ان کی رائے میں قید کرنا جائز ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود مجرم کو سزا جاری ہونے تک قید کرنے کو جائز خیال کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص اپنے بھتیجے کو نشہ کی حالت میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے پاس لایا اور کہا کہ میرا بھتیجا شرابی ہے آپ نے فرمایا اسے اچھی طرح ہلاؤ اور اس کے منہ سے بو سونگھو لوگوں نے جب شراب کی بو محسوس کی تو آپ

نے اسے قید خانہ بھجوادیا اور اگلے دن صبح بلا کر حد جاری کر دی۔(۵۶)

اس کے علاوہ خلفائے راشدین کسی کو توبہ کی مہلت دینے کے لیے قید کر دیا کرتے تھے جیسا کہ مرتدین کے بارے میں حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ انہیں توبہ کی مہلت دینے کے لیے تین دن کے لیے قید کر دیا جائے۔(۵۷)

غرض یہ کہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رائے میں قید مشروع ہے چاہے بطور سزا ہو، ادائیگی حق پر مجبور کرنے کے لیے ہو، سزا کی تنفیذ تک ہو یا توبہ کے لیے ہو۔

سزائے قید عقل کی رو سے

بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی سزا نہ تو جسمانی تشدد سے دی جا سکتی ہے اور نہ کوئی عضو کاٹا جا سکتا اور نہ قتل کیا جا سکتا۔ ان جرائم میں انصاف صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ مجرم کو پابند کیا جائے۔ مثلاً قرضدار کے قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے اسے قید کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس صورت میں قید کو جائز ٹھہرایا مگر جب یہ مقصد یعنی ادائیگی قرض حاصل نہ ہو رہا تو قید نہیں کرتے تھے جیسا کہ آپ نے فرمایا: ''ما ترید ان تفعل باسیرک ''(۵۸) (اسے قید رکھ کر کیا کرے گا یعنی اس کے پاس مال نہیں جس کی ادائیگی پر مجبور کیا جا سکے۔

ماہرین قانون نے سزا کے جو چار مقاصد بیان کیے ہیں مثلاً عبرت، انسداد جرائم، اصلاح مجرم اور انتقام (۵۹) اگر دیکھا جائے تو یہ مقاصد قید و بند سے حاصل ہوتے ہیں۔ مجرم کو قید میں رکھ کر اس کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اگر اسے مار ڈالا جائے یا جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جائے تو عبرت اور انتقام وغیرہ کے مقاصد تو حاصل ہو جاتے مگر مجرم کی اصلاح کا عنصر مفقود ہوتا ہے۔ جیل ایسی جگہ ہے جسے Reformatory کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ یہ مقصد آج کل کتنا حاصل ہو رہا ہے۔

انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ آزاد رہنا چاہتا ہے وہ پابندی قبول نہیں کرتا تو جب اسے

پابند کر دیا جائے تو وہ اسے سزا سمجھتا ہے لہذا عقل اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ قید و بند ایک سزا ہے۔

سزائے قید ہر زمانے اور ہر علاقے میں کسی نہ کسی شکل میں موجود رہی ہے سزائے قید ہر دور میں موجود ہونے پر عقل تقاضا کرتی ہے کہ قید و بند سزا کی جائز صورت ہے۔

امام شوکانی سزائے قید کے بارے میں دلائل دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قید میں بہت سے مصالح پوشیدہ ہیں کہ ایسے عادی مجرم جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں لگے رہتے ہیں مگر ایسی چیز کے مرتکب نہیں ہوتے جس کی بنیاد پر ان پر حد یا قصاص واجب ہو کہ جس سے بندوں اور شہروں کو راحت ملے اور اگر چھوڑا جائے تو ہر طرح سے ضرر پہنچائیں گے اگر قتل کیے جائیں تو ان کا خون ناحق بہے گا تو ایسے افراد کے لیے ایک راستہ بچتا ہے وہ ہے قید کا جو ان کے اور عوام کے درمیان حائل ہو یہاں تک کہ ان کی طرف سے توبہ ظاہر ہو جائے یا اللہ ان کے بارے میں کوئی فیصلہ کر دے اور اس کے ساتھ اللہ نے ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے تو ایسے شخص کے حق میں فریضہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس کے اور لوگوں کے درمیان قید کا پردہ نہ ہو۔ (۶۴)

چونکہ قید حق کی ادائیگی پر مجبور کرنے کے لیے اور سزا کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے کارگر ثابت ہو سکتی ہے اس لیے ہر زمانے اور ہر علاقے میں قید و بند کسی نہ کسی صورت میں موجود رہی ہے نیز بعض حالات میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ عوام اور کسی شخص کے درمیان قید کا پردہ حائل ہو لہذا عقل قید کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مولوی فیروز الدین' فروز اللغات' نیا ایڈیشن' فیروز سنز لاہور' ص ۸۶۵
اور خواجہ عبدالحمید' جامع اللغات' ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور' ۴/ ۳۸

۲۔ فیروز اللغات ص ۱۹۵
جامع اللغات ۲/ ۵۳

۳۔ ابن منظور، لسان العرب ۸/ ۳۶۷، طبعۃ جدیدۃ محققۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۸۸ء

۴۔ احمد بن حنبل' المسند' داراحیاء التراث العربی بیروت' ۱۹۹۱ء' مسند الزبیر بن العوام' ۱/ ۲۷۰' ۲۷۱

۵۔ الفیروز آبادی' مجدالدین' القاموس المحیط' المکتبه التجاریه الکبری بمعصر
۱۳۷۳ھ ..... ۱۹۵۴ء ۲/ ۲۵ اور لسان العرب ۳/ ۱۹

۶۔ لسان العرب ۶/ ۱۸۳ اور القاموس المحیط ۴/ ۲۳۳

۷۔ لسان العرب ۹/ ۲۲۷ اور القاموس المحیط ۴/ ۱۹

۸۔ Webster's Third New International Dictionary of English Language unabridged, Published by William Benton, 1966, Vol: II P. 1137.

۹۔ M. Ilyas Khan, Handbook of Legal Terms and phrases, Karachi, 1968, P. 220

۱۰۔ الکاسانی' علاء الدین ابی بکر بن مسعود' بدائع الضائع فی ترتیب الشرائع'
مکتبه رشیدیه کوئٹه' ۷/ ۱۷۴

۱۱۔ حاشیه ابن عابدین' ۴/ ۶۶

۱۲۔ ابن تیمیه' تقی الدین' الفتاوی الکبری' دار الکتب العلمیه بیروت'

۱۹۸۷ء، ۳/۳۹۸

۱۳۔ الشیرازی، ابو اسحاق ابراھیم بن علی بن یوسف، المھذب فی الفقہ علی مذھب الامام الشافعی، مطبعہ عیسی البابی الحلبی و شرکاہ بمصر، ۲/۲۹۴

۱۴۔ سورۃ یوسف ۱۲ : ۳۶

۱۵۔ James Hastings, Encyclopaedia of Religion and Ethics, Great Britain, 1930, Vol: X, P: 338.

۱۶۔ سورۃ النساء/ ۱۵

۱۷۔ اصول جصاص، ۳/ ۷

۱۸۔ جامع الصحیح لمسلم، کتاب الحدود، باب حد زنا

۱۹۔ سورۃ النور/۲

۲۰۔ اصول جصاص، ۳/ ۷، ۸

۲۱۔ ابن العربی، ۱/ ۱۴۹ ؛ قرطبی، ۵/ ۸۴

۲۲۔ الدرالمنثور فی التفسیر الماثور، ۲/ ۲۳۰

۲۳۔ سورۃ المائدۃ/ ۳۳

۲۴۔ بدائع الصنائع، ۷/ ۹۵

۲۵۔ حاشیۃ ابن عابدین، ۴/ ۱۱۴

۲۶۔ بدایۃ المجتہد، ۲/ ۴۴۶

۲۷۔ قرطبی، ۶/ ۱۵۳

۲۸۔ تفسیر کبیر، ۱۱/ ۱۷۱

۲۹۔ قرطبی، ۶/ ۱۵۳

۳۰۔ ابن العربی، ۱/ ۲۲۸

۳۱۔ سورۃ المائدۃ/ ۱۰۶

۳۲۔ ابن العربی، ۲/ ۷۱۶

۳۳۔ سورۃ التوبہ/ ۵

۳۴۔ تفسیر طبری، ۱۰/ ۷۸

۳۵۔ الکشاف، ۲/ ۱۷۵

۳۶۔ محولہ بالا

۳۷۔ سورۃ محمد/ ۴

۳۸۔ تفسیر ابن کثیر، ۴/ ۲۲۱

۳۹۔ سنن ابی داؤد، ۳/ ۳۱۳

۴۰۔ محولہ بالا

۴۱۔ محولہ بالا

۴۲۔ سنن ابی ماجہ، ۲/ ۴۴۳

۴۳۔ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۹۱

۴۴۔ سنن البیہقی، ۸/ ۵۱ ؛ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۸۱

۴۵۔ بلوغ المرام، ص ۳۵۳

۴۶۔ الخراج، ص ۱۷۴ ، المحلی، ۱۱/ ۳۵۵ ، مصنف عبدالرزاق، ۱۰/ ۱۸۶

۴۷۔ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۹۱ ۴۸۔ المغنی، ۱۰/ ۳۴۳

۴۹۔ سنن البیہقی، ۱۰/ ۱۴۱ ۵۰۔ المحلی، ۱۰/ ۵۰۸

۵۱۔ بدایۃ المجتہد، ۲/ ۳۹۶ ۵۲۔ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۸۰

۵۳۔ الشعر والشعراء، ۱/ ۴۵۷ ۵۴۔ مصنف عبدالرزاق، ۹/ ۴۵۷

۵۵۔ المغنی، ۷/ ۳۲۷ ۵۶۔ المحلی، ۷/ ۴۸۹

۵۷۔ سنن البیہقی، ۸/ ۲۰۷ ، المحلی، ۱۱/ ۱۹۱

۵۸۔ سنن ابی داؤد، ۳/ ۳۱۳

۵۹۔ سالمنڈ کی اصول قانون، ۱/ ۱۲۷، (مترجم سید علی رضا، جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد، دکن، ۱۹۴۵ء

۶۰۔ الشوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار، ۸/ ۲۵۴، مصطفی البابی الحلبی واولادہ، مصر،

قائداعظمؒ نے فرمایا :

اس مشینی دور میں جب انسان کی کج روی ذہانت ہر روز تباہی کے نت نئے آلات ایجاد کررہی ہے آپ کو وقت کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنا ہوگا، اور خود کو تازہ ترین معلومات اور ساز وسامان سے لیس رکھنا ہوگا۔ اس لیے نہیں کہ اپنے ہمسایوں کے خلاف بُرے عزائم رکھتے ہیں بلکہ اس لیے کہ ہماری سلامتی کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بے خبری کے عالم میں نہ پکڑے جائیں ۔ ہماری اس سے زیادہ کوئی خواہش نہیں کہ ہم خود بھی امن وسکون سے جئیں اور دوسروں کو بھی امن وامان کی فضا میں جینے دیں اور اپنے ملک کو اپنی صوابدید کے مطابق بغیر کسی بیرونی مداخلت کے ترقی دیں اور عوام الناس کے حالات کو سنواریں۔ بلاشبہ یہ ایک بہت بڑا کام ہوگا لیکن اگر ہم صدق دل اور خلوص کے ساتھ کام کرنے کا ارادہ کرلیں اور اپنی قوم کے اجتماعی مفاد کی خاطر قربانیوں کے لیے آمادہ ہوجائیں تو ہم بہت جلد اپنے مقاصد کو حاصل کرلیں گے۔

(۲۱ فروری ۱۹۴۸ء)